رسالہ اور مدیر: مکاتیب شبلی کا مطالعہ

(معاصر مدیران کے لئے رہنما اصول)

Journal and Editor: A Study of Shiblī's Letters

(A Guiding Principles for Contemporary Editors)

ڈاکٹر محمد عبداللہ*

ABSTRACT

In the contemporary academia, importance of journals is an established fact. Not only does the traditional academia discourse, but also modern discipline appears due to such endeavor of such traditions of journal. An editor is the key person who lightens the quality of writing.

Allāmah Shiblī Nu'mānī (1857-1914) was not only an historian, writer, scholar and a great expert in the field of journals. He was the very first editor of various journals in the sub-continent. He had great vision in arrangement multiple discourses in the journals, at the same time his expertise in editorship can be explored.

In his opinion a good editor needs to observe these characteristics. He should establish good relationship with scholars to achieve good targets of excellent writings. He should appoint co-editors for training and take keen interest in the additional responsibilities. He should select important as well as relevant articles and ensure material for the Journal in advance. He should also have a curious look on the contemporary journals to organize, review on latest books and to exploit various available sources to propagate journals.

Shiblī can be called a modern vehicle of expression. He made substantial contribution in enhancing the quality of the journals and promoting journals material for a wide readership .He trained novice graduates for professional editorship for the journals. Here is an effort to highlight Shiblī's letters as golden principle of writing.

Keywords: *Shiblī Nu'mānī, Journals, Editorship, Standard, characteristics.*

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

علمی دنیا میں رسائل و جرائد کی اہمیت مسلّمہ ہے۔ رسائل کی نوعیت تاریخی، تجارتی، سائنسی، سیاسی و تفریحی بھی ہو سکتی ہے اور علمی و دینی بھی۔ علمی رسائل کے ذریعے قدیم و جدید علوم و فنون منظرِ عام پر آتے ہیں بلکہ نئے لکھنے والوں کی بھی تربیت ہوتی ہے۔ نامور مصنفین اور ان کی کتب کا ابتدائی تعارف بھی بالعموم رسائل و جرائد ہی کے ذریعے سامنے آتا ہے۔ رسائل و جرائد کی اہمیت بعض اوقات کتاب سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ کتاب میں ایک خاص موضوع پر ایک معین وقت تک ہی اشاعت ہوتی ہے نیز کتاب کی اشاعت ایک آدھ بار ہی ہو پاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض کتب نایاب ہو جاتی ہیں، جب کہ رسائل و جرائد میں علمی مضامین، مقالات، ان پر تبصرہ و تنقید اور استدرکات کا سلسلہ جاری و ساری رہتا ہے۔

علمی رسالہ کی اہمیت کے ساتھ ساتھ، اس کے مدیر (Editor) کی اہمیت کو بھی کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ایک مدیر ہی رسالے میں جان ڈالتا ہے۔ اس کا فکری تخیل، فنّی مہارت اور قلمی و علمی کاوشیں پورے رسالہ میں جلوہ گر ہوتی ہیں۔ اداریہ و شذرات سے لے کر عنوانات کے انتخاب تک اسی کی بصیرت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ مقالات و مضامین، علمی خبریں، کتابوں پر تبصرے، مکتوبات، اہلِ فن کے کمالات غرض مجلے کی ترتیب و تدوین میں اس کا پورا ہاتھ ہوتا ہے۔ اس کی ذرا سی بھی لاپرواہی رسالے کے معیار کو گرا دیتی ہے۔ لہٰذا ایک مدیر کو نہایت باریک بینی اور کمال ہوشیاری سے رسالے کے ایک ایک پہلو پر توجہ دینا پڑتی ہے۔ ایسے ہی رسائل کا اہل علم کو بے چینی اور شدت سے انتظار رہتا ہے بالفاظ دیگر ایسے ہی رسائل رجحان ساز کی حیثیت رکھتے ہیں جو اپنے دور میں تصنیف تالیف کے معیار واسلوب کا تعین کرتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء- ۱۹۱۴ء) ایک عالم، مورّخ، شاعر و ادیب اور سوانح نگار ہی نہیں، بلکہ ایک کامیاب مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین مدیر و منتظم بھی تھے۔ وہ رسائل و جرائد کو علمی تحرک کے لیے ناگزیر قرار دیتے تھے۔ صرف یہی نہیں کہ وہ اچھے اور عالمی معیار کے رسائل و جرائد اپنے اور اپنے اداروں کے لیے منگواتے، بلکہ ہندوستان کے اہم رسائل و جرائد کے اجراء اور ان کی اشاعت کا سہرا بھی انہی کے سر جاتا ہے اور ان کے اثرات ابھی تک جاری و ساری ہیں۔

اگرچہ علامہ شبلی نعمانی کی علمی زندگی کے متعدد گوشے ہیں، اور ان میں سے بیسیوں پہلوؤں پر اہل علم خامہ فرسائی کر چکے ہیں مگر زیرِ نظر سطور میں ہمارے پیش نظر ان کے ایک علمی گوشے 'رسالہ اور اس کا مدیر' کے حوالہ سے چند معروضات پیش کرنا مقصود ہے بالخصوص اس تناظر میں بھی کہ پاک و ہند سے درجنوں دینی، علمی اور تحقیقی رسائل و جرائد شائع ہو رہے ہیں اور یہ سبھی جرائد اپنی جگہ پر اہم خدمت بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ لیکن ان سطور میں

ہمارے پیش نظر علامہ شبلی نعمانی کے افکاراور کاوشوں کو اس تناظر میں دیکھنا کہ ایک علمی رسالہ کو کیسا ہونا چاہیے ؟اس میں کس قسم کالوازمہ درکار ہے؟ پھر اس کا مدیر کن صلاحیتوں کا حامل ہو اور اسے کن امور پر توجہ دینی چاہیے؟

علامہ شبلی نعمانی کی متفرق تحریرات اور مکتوبات میں ان پہلوؤں پر دلچسپ روشنی پڑتی ہے۔ زیر نظر مضمون دو حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں ان رسائل کا تذکرہ ہو گا جن کے علامہ شبلی نعمانی خود مدیر یا مدیر معاون رہے یا ان کے ذھن میں ایک معیاری رسالہ کا کیا خاکہ تھا؟ جب کہ مضمون کے دوسرے حصے میں ان کے مکتوبات کی روشنی میں ان پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے گا جو ایک اچھے رسالہ اور مدیر کے لئے ضروری ہیں نیز معاصر مدیران کے لیے ان میں کون سے رہنما اصول ملتے ہیں۔

ا۔ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میگزین

سر سید احمد خان (م:۱۸۹۸ء) کے جاری کردہ انسٹی ٹیوٹ گزٹ علی گڑھ، کے ضمیمہ محمڈن انیگلو اونیٹل کالج میگزین، کو جب خالص علم و تحقیق سے مزین کرنا چاہا تو ان کی نظر انتخاب علامہ شبلی نعمانی پر پڑی اور انہیں اردو حصے کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔

خود علامہ شبلی نعمانی رقمطراز ہیں:

> ”قریباً چار برس ہوئے کہ اس نام کا ایک رسالہ اردو ملا ہوا علی گڑھ کالج سے نکلنا شروع ہوا۔ اوّل اوّل وہ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کا ضمیمہ بن کر نکلتا رہا، لیکن ۱۸۹۴ء میں اس نے ایک مستقل رسالہ کی صورت اختیار کر لی۔ اس خیال سے اس کے منتظموں نے اس کو زیادہ وسعت دینی چاہی تاکہ وہ بالکل ایک علمی میگزین بن جائے، جس میں کالج کی خبروں کی علاوہ مسلمانوں کے علوم وفنون، تاریخ اور لٹریچر کے متعلق مفید اور پر زور مضامین لکھے جائیں۔ اس صیغہ کا اہتمام خاص میری سپردگی میں دے دیا گیا میں اس رسالہ کو ترقی دینے میں حتی الامکان کوشش کروں گا“۔[۱]

چنانچہ علامہ شبلی نعمانی نے بحثیت مدیر مذکورہ رسالہ کو باقاعدہ علمی بنانے کے لیے نہ صرف اپنی ذاتی محنت وصلاحیت سے کام لیا بلکہ اپنے حلقہ احباب اور معاصرین کو بھی آمادہ کیا کہ وہ بھی رسالہ میں اپنا حصہ ڈالیں اس ضمن میں علامہ شبلی نے درج ذیل اقدامات کئے:

---

(۱) محمڈن اورینٹل کالج میگزین، علی گڑھ، جنوری ۱۸۹۶ء، ٹائٹل ص:۲۲

۱۔ سب سے پہلے اردو نامور اہل قلم، مصنفین اور انشاء پر داروں سے اس میں مضامین لکھنے کی فرمائش کی، چنانچہ نواب محسن الملک (م:۱۹۰۷ء)، منشی ذکاء اللہ (۱۹۱۰ء) ڈپٹی نذیر احمد (۱۹۱۲ء) اور مولانا الطاف حسین حالی (۱۹۱۴ء) نے مضامین لکھنے کا وعدہ کیا اور بعض اہل قلم کے مضامین پرچے کی زینت بنے۔ (۱)

۲۔ یہ بھی منصوبہ بنایا کہ اس میں اسلامی سلطنتوں کے تمدن اور انتظامی کارناموں پر علمی و تحقیقی مضامین قلم بند کئے جائیں اور پھر انہیں کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ (۲)

۳۔ اپنی تحریروں کے علاوہ سر سید احمد خان، منشی ذکاءللہ، بہادر علی، مولانا حالی اور ڈاکٹر ضیاء الدین کے علمی، ادبی، تاریخی اور تعلیمی مضامین کے ذریعے علامہ شبلی نے اس میں علمی شان پیدا کرنے کی کوشش کی۔

۴۔ رسالہ کے مضامین میں تنوع پیدا کیا گیا چنانچہ ادب، تاریخ، تہذیب و تمدن، سوانح کے علاوہ کالج کی سرگرمیوں اور اس کی تنظیموں کی روداد بھی شائع کی گئیں، بعض انگریزی مضامین کے ترجمے بھی شائع ہوئے جس میں پروفیسر آرنلڈ کے مضمون کا ترجمہ بھی شائع ہوا۔

۵۔ قدیم اسلامی کتابوں کی اشاعت کی تجویز بھی علامہ شبلی نے اس میگزین میں پیش کی۔ ان کے خیال میں یہ کام یورپ میں متعدد انجمن سرانجام دے رہی ہیں، کیوں نہ یہ کام خود مسلمان سرانجام دیں تا کہ دنیا کو بتائیں کہ مسلمانوں نے علوم و فنون کا کس قدر گراں مایہ چھوڑا ہے۔ (۳)

۲۔ ماہ نامہ الندوۃ کی ادارت

محمڈن اینگلو اورنیٹل کالج میگزین کی ادارت ۱۸۹۴ء کے دس سال بعد ۱۹۰۴ء میں علامہ شبلی نے ماہ نامہ الندوۃ کی ادارت سنبھالی۔ (۴) علامہ شبلی نے مذکورہ بالا رسالہ سے نسبتاً زیادہ آزادی کے ساتھ الندوۃ میں اپنے افکار و خیالات پیش کئے۔ ماہ نامہ الندوۃ کی اشاعت کے مقاصد درج ذیل تھے :

۱۔ علوم و فنون اسلامیہ پر ریویو

۲۔ علوم قدیمہ و جدیدہ کا موازنہ

۳۔ اثبات عقائد اسلامیہ از عقل

---

(۱) محمڈن اوریئٹل کالج میگزین، علی گڑھ، جنوری ۱۸۹۶ء، ٹائٹل ص:۲۲

(۲) ندوی، سید سلیمان، حیات شبلی، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، یوپی (ہند)، ۲۰۰۸۰ء، ص:۱۶۲

(۳) محمڈن اورنیٹل کالج میگزین، علی گڑھ، جنوری ۱۸۹۶ء، ٹائٹل، ص:۲۲۵۵

(۴) ایضا: مئی ۱۸۹۶۶ء، ص:۲۱۶

۴۔ تحقیقات جدیدۃ

۵۔ کتب نادرہ قدیم پر ریویو

۶۔ رپورٹ ماہوار ندوۃ[۱]

مذکورہ بالا مقاصد کے ساتھ ساتھ مزید ان نکات کا بھی اضافہ کیا گیا۔

۷۔ اکابر سلف کی سوانح عمریاں جس میں زیادہ تر ان کے اجتہادات سے بحث ہوگی۔

۸۔ نصاب تعلیم پر مروجہ بحث

۹۔ علمی خبریں[۲]

چنانچہ مذکورہ اہداف و مقاصد کے ساتھ الندوۃ اگست ۱۹۰۴ء میں آب و تاب کے ساتھ نکلا اور جلد ہی علمی دنیا میں اپنا مقام بنالیا اس دور میں شاید ہی کسی اور رسالہ کو اس قدر مقبولیت ملی ہو۔

علامہ شبلی نعمانی نے اس رسالہ کے ذریعے جو مقاصد حاصل کئے وہ درج تھے:

۱۔ علامہ شبلی نے اپنے افکار و خیالات اسی مجلہ کے ذریعے پیش کئے جن کے ذریعے قدیم و جدید کی خلیج پاٹنے کی کوشش کی۔

۲۔ تصنیف و تالیف کے ذریعے طلبائے ندوۃ اور دیگر اہل قلم کی ذہنی و دماغی تربیت کی۔

۳۔ اسی رسالہ میں علامہ شبلی نعمانی نے سید سیلمان ندوی کو الندوۃ کا سب ایڈیٹر مقرر کیا اور انہیں رسالہ کی ادارت کے گر سکھائے۔[۳]

۴۔ مولانا ابو الکلام آزاد بھی الندوۃ میں مولانا شبلی کے زیر تربیت رہے، یہیں سے وہ علمی دنیا میں متعارف ہوئے۔ ابوالکلام آزاد کے الہلال کی شروعات بھی یہیں سے ہوئی۔[۱]

---

(۱) علامہ شبلی نعمانی کو الندوۃ، کی اشاعت کا خیال ۱۹۰۲ء میں آیا مگر ارکان نے اس کا ایڈیٹر مولانا حبیب الرحمن شروانی کو بنادیا جب کہ مولانا شروانی کی خواہش تھی کہ وہ شبلی نعمانی کو بھی شریک کریں چنانچہ ۱۹۰۴ء میں اس کے دو ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ اگست ۱۹۰۴ء میں پہلا شمارہ منظر عام پر آیا۔ دیکھیے: حیات شبلی، ص:۳۴۸۔۳۴۹

(۲) مولانا حبیب الرحمن شروانی کے نام مولانا شبلی کا خط در مکتوبات شبلی، مرتبہ الیاس اعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۱۲ء، ص:۱۵۔۱۶

(۳) ماہنامہ الندوۃ لکھنو، اکتوبر ۱۹۰۴ء، آخری صفحہ

۵۔ رسالہ کی ادارت اور مضامین پر تبصرے وغیرہ سے متعلقہ مواد کا اظہار انہوں نے اپنے مکتوبات میں کیا ہے جس سے رسالہ کی بابت ان کے افکار پر روشنی پڑتی ہے۔

ماہ نامہ الندوۃ نے علامہ شبلی نعمانی کی ادارت میں جو علمی فضابنائی اور جو اثرات ڈالے سید سلیمان ندوی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

۱۔ اردو زبان میں علمی مباحث کا ایک بڑا ذخیرہ پیدا کر دیا۔

۲۔ جدید تعلیم یافتہ کو اسلام کے مذہبی اور علمی کارناموں سے آشنا کیا۔

۳۔ علماء کو جدید مسائل سے روشناس کیا۔

۴۔ عربی خواں طلباء میں اپنے پرانے ذخیروں سے کام لینے کا سلیقہ پیدا کیا۔

۵۔ اسلام اور تاریخ اسلام پر بہت سے اعتراضات کو رفع کیا۔

۶۔ قوم میں ندوۃ، ندوۃ العلما، کے مقاصد کی تبلیغ کی، اصلاح نصاب کی ضرورت سمجھائی اور عربی تعلیم کی اہمیت ذہن نشین کی۔(۲)

۳۔ ماہ نامہ معارف اعظم گڑھ کا منصوبہ

اس وقت ماہ نامہ معارف دارالمصنفین اعظم گڑھ کا مشہور رسالہ ہے جو اپنی عمر کے سو سال (۱۹۱۶ء۔۲۰۱۶ء) مکمل کر رہا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے ۱۸۹۳ء میں ایک اشتہار دیا۔ جس میں ایک ماہوار رسالہ المعارف کا منصوبہ پیش کیا۔(۳) لیکن اس وقت شبلی مذکورہ رسالہ شائع نہ کر سکے بعد ازاں اپنی عمر عزیز کے آخری حصے میں جب انہوں نے دارالمصنفین کا ادارہ قائم کیا تو ایک بار پھر انہیں علمی رسالے کے اجرا کا خیال آیا، چنانچہ خود اس کا ایک ایک خاکہ تیار کیا اور اس کے اغراض ومقاصد کی تفصیل مہیا کی۔ جو کہ درج ذیل ہے:

۱۔ نام (رسالہ): معارف

۲۔ چیف ایڈیٹر: شبلی

۳۔ اسٹاف: مولوی سلیمان ندوی، مولوی عبد الماجد، مسٹر حفیظ، مولوی عبد السلام

---

(۱) شبلی نعمانی کے شاگرد رشید، سید سلیمان ندوی، ۱۹۰۶ء سے مارچ ۱۹۰۸ء تک پھر اگست ۱۹۰۸ء سے فروری ۱۹۱۰ء تک اسکے مدیر رہے۔ حیات شبلی، ص:۳۵۳

(۲) اکتوبر ۱۹۰۵ء سے مارچ ۱۹۰۶ء تک مولانا ابو الکلام آزاد، الندوۃ کے سب ایڈیٹر رہے، حیات شبلی ص:۲۵۲

(۳) اَیضاً: ص:۳۵۴

۴۔ تعداد صفحات و تقطیع کاغذ: ۲۰ x ۲۹

۵۔ تنوعات مضامین فلسفہ تاریخ وقدیم وجدید، سائنس

ادبیات: شعر، اردو شاعری کی تاریخ اور اسالیب

اقتباسات: مجلات علمیہ یورپ اور مصر و بیروت

فن تعلیم: کتب نادرہ کا ذکر اور ان کے اقتباسات یا ان پر اظہار رائے

تنقید: کتب یا علوم جدیدہ پر۔

مصر سے المتقطف، الہلال، المنار اور بیروت سے المقتبس منگوائے جائیں۔ بہ قیمت یورپ کے علمی پرچے منگوائے جائیں۔[۱]

علامہ شبلی نعمانی کی مذکورہ بالا رسائل سے وابستگی کے نتیجے میں اور ان کی تحریرات سے مدیر اور رسالہ سے متعلق جو نکات سامنے آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

ا۔ مدیر کا بلند پایہ تخیل

کسی بھی رسالہ کے معیار کے لئے سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ مدیر، مجلہ کو کسی سطح پر دیکھنا چاہتا ہے؟ اور رسالہ کے ذریعے کس قسم کی دریافتوں کو پیش کرنا چاہتا ہے؟ اس امر کا تعلق مدیر کی غیر معمولی بصیرت (Vision) پر مبنی ہے۔ اس کا تخیل جس قدر بلند ہو گا رسالہ کا معیار بھی اسی قدر بلند ہو گا۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ علامہ شبلی نعمانی نے محمڈن اورینٹل کالج میگزین اور الندوۃ کی ادارت کے دوران کن بلند پایہ مقاصد کو پیش نظر رکھا اور ان رسائل کے ذریعے کس قسم کا علمی مزاج پیدا کیا۔ ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی کے بقول ندوۃ سے متعلق ان (علامہ شبلی) کا بڑا کارنامہ ماہنامہ الندوۃ کا اجراء بھی ہے جس نے علمی دنیا میں ایک انقلاب برپا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے ندوۃ کو جس معیار پر پہنچا دیا تھا ان کے بعد وہ کبھی اس بلند معیار تک نہ پہنچ سکا۔[۲]

---

(۱) علامہ شبلی نعمانی ایک ماہوار رسالہ، المعارف، کا اشتہار سرمور گزٹ، نائن میں شائع کیا۔ مولانا نے دو صفحات پر مشتمل اس کا مکمل خاکہ شائع کیا اور مدیر معاون کے طور پر مسٹر آرنلڈ اور میر ولایت حسین جو علی گڑھ کالج میں پروفیسر تھے، کے نام تجویز کیے۔ مارچ ۱۸۹۳ء میں پہلا پرچہ نکالنے کا اعلان کیا مگر المعارف جاری نہ ہو سکا۔ دیکھیے: الاعظمی، محمد الیاس، آثار شبلی، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۰۱۳ء، ص: ۵۶۷۔۵۶۹

(۲) قلمی یاداشتیں محفوظہ، دار المصنفین، اعظم گڑھ، حوالہ مذکور، ص: ۵۷۰

الندوۃ کے نصب العین اور اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر سید عبد اللہ (۱۹۵۸ء) نے لکھا:

"الندوۃ شبلی کے نیم جذباتی، دینی، تاریخی نقطہ نظر کا شارح اور مبلغ تھا، عالمانہ اور فاضلانہ مقالات کے باوجود اس کا نصب العین یہ تھا کہ ملک میں ایک علمی اور ذہنی انقلاب پیدا ہو۔ اس کی ادبی حیثیت بلند تر تھی اور اس کے مقالات کی روح اثباتی اور ایجابی تھی۔۔۔ الندوہ کی اساس دینی اور قومی تاریخ پر تھی جس کو بعد میں الہلال (ابو الکلام آزاد) نے جاری رکھا۔ دار المصنفین کا رسالہ معارف بھی اس نخل ادب کی ایک شاخ ہے"۔[۱]

علامہ شبلی نعمانی نے اپنی آخری عمر میں "معارف" جیسے رسالہ کا بلند تخیل منصوبہ پیش کیا۔ جو اپنی اشاعت کے صد سال مکمل کر رہا ہے۔ آپ کے تلمیذ رشید سید سلیمان ندوی (۱۹۵۴ء) نے آپ کے تخیل کے مطابق جس معیار تک پہنچایا، برصغیر پاک وہند کی تاریخ میں کم ہی ایسے رسائل ہوں گے، جو اس بلندی پر پہنچے ہوں، اساطین علم نے ان کا برملا اعتراف کیا ہے۔ علامہ محمد اقبال (۱۹۳۹ء) اپنے ایک خط میں معارف کے مدیر سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں:

"یہی ایک رسالہ ہے جس کے پڑھنے سے حررت ایمانی میں ترقی ہوتی ہے"۔[۲]

مولانا ابولکلام آزاد (۱۹۵۸ء) نے بھی ایک خط میں سید سلیمان ندوی کو لکھا:

"معارف کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں صرف یہی ایک پرچہ ہے اور ہر طرف سناٹا ہے بحمد اللہ مولانا شبلی نعمانی مرحوم تمنائیں رائیگاں نہیں گئیں اور صرف آپ کی بدولت ایک ایسی جگہ دار لمصنفین بن گئی، جو خدمت علم وتصنیف کے لئے وقف ہے"۔[۳]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ (۲۰۰۲ء) اپنے دور طالب علمی سے ہی ماہ نامہ معارف، کے قاری تھے بعد ازاں اس کے قلمی معاونین میں شامل ہوگئے، قیام حید رآباد (دکن) میں تو رسالہ آسانی سے دستیاب ہو جاتا تھا مگر جب پیرس (فرانس) میں مستقل سکونت اختیار کر لی تو وہاں بھی باقاعدگی سے معارف منگواتے رہے۔ اگر معارف نہ ملتا تو بے تاب ہو جاتے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں مدیر معارف شاہ معین الدین احمد ندوی کو مضمون کی فرمائش پر تفصیلی خط لکھا۔

"میں معارف میں کم لکھتا ہوں تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ میری نظر میں اس کی عزت کم ہے۔ واقعہ تو یہ ہے کہ آج کل ساری دنیائے اسلام میں عرب ہو کہ عجم، کوئی اسلامی رسالہ اسلامیات پر اعظم

---

(۱) آثار شبلی، حوالہ مذکور، ص:۵۵۸

(۲) سید عبد اللہ، سر سید اور ان کے نامور رفقاء، ص:۲۱۲

(۳) شیخ عطاء اللہ، اقبال نامہ، حصہ اول، (مکتوب نمبر ۴) ص:۸

گڑھ والے معارف، کے معیار کا نہیں اوروں کا کاغذ اور طباعت بہتر ہو سکتی ہے لیکن مضامین کے مندرجات میں علمی معیار بد قسمتی سے کچھ بھی نہیں، خدا معارف کو سلامت با کرامت رکھے، میں خود معارف میں جگہ پاؤں تو اپنے لئے باعث عزت سمجھتا ہوں"۔(۱)

۲۔ اہل علم و قلم سے رابطہ

مجلّہ کے معیار کے لئے ضروری ہے کہ جہاں مضامین میں تنوّع ہو وہیں اہلِ قلم سے رابطہ کیا جائے اور نامور اہل علم سے بہ اصرار مضامین لکھوائے جائیں کیونکہ اکیلا مدیر پرچے کی ضروریات پوری نہیں کر سکتا۔ہاں اتنا ضرور ہے کہ مدیر خود رسالہ کی ترتیب کا ایک خاکہ بنائے اور پھر علمی وملی ضروریات کے تحت ہر فن کے ماہرین سے رابطہ کرے اور ان کو مختلف موضوعات دے کر ان پر نگارشات حاصل کرے پھر رسالہ کے تقاضوں کے مطابق بہ اجازت مصنف ان کی تدوین کرے۔

سید سلیمان ندوی "حیاتِ شبلی" میں رقمطراز ہیں:

"مولانا نے دارالعلوم، ندوۃ العلماء، میں قدم رکھنے کے ساتھ چند ہونہار طالب علموں کو اپنے گرد جمع کر لیا ان میں سب سے پہلا نام ہمارے مخلص دوست مولانا ضیاء الحسن صاحب کاکوروی کا ہے۔ مولانا کے پاس مصر وشام کے عربی رسائل اور جدید تالیفات آتی رہتی تھیں۔وہ انہوں نے ہم لوگوں کے حوالہ کیں اور ان میں سے بعض مضامین کی تلخیص اور ترجمہ کی ہدایت کی۔ چنانچہ مولوی ضیاء الحسن کو مصر کا فلسفیانہ رسالہ المنتقطف جس میں انہوں نے عمر اور صحت کی تدابیر کے مضمون کا ترجمہ کیا جو دسمبر ۱۹۰۴ء کے پرچہ ،الندوہ، میں چھپا مجھے جرجی زیدان کی کتاب 'اللغتہ العربیتہ' حوالہ کی اور اس کی تلخیص کی ہدایت فرمائی۔جس کی تعمیل ہوئی یہ مضمون جنوری ۱۹۰۵ء میں نکلا اور پسند ہو خاطر ہوا،۔۔۔۱۹۰۶ء میں اس جماعت میں ایک اور رکن کا اضافہ ہوا۔یہ مولوی عبد السلام صاحب ندوی تھے جن کو تحریر وانشاء کا فطری مذاق تھا۔ان کے پہلے ہی مضمون کو مولانا نے بے حد پسند کیا اور پانچ روپے انعام دیا اور اصلاح کے بغیر مختصر تمہید کے ساتھ ۱۹۰۶ء میں شائع کیا"۔(۲)

---

(۱) محمد سرور، مرتبہ خطوط محمد علی، مکتبہ جامعہ دھلی، ۱۹۰۴ء ص:۶۶

(۲) ماہ نامہ معارف، اعظم گڑھ، ج ۱۱، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۷۳ء، مکتوب حمید اللہ، ص:۴۷

۳۔ مدیر معاونین کا تقرر و تربیت

کسی بھی رسالہ کے بہتر معیار کے لئے ضروری ہے کہ مدیر تقسیم کار سے کام لے۔ بالخصوص ذھنی و قلمی تربیت کے لئے ایسے افراد بطور معاون مدیر اور رفیق کے تیار کئے جائیں جو مدیر کی عدم موجودگی یا اسکے بعد ادارتی ذمہ داریاں سنبھال سکیں۔ علامہ شبلی نے بھی ایسے متعدد افراد تیار کئے اور ان کے خطوط میں ایسے امور کا تذکرہ ملتا ہے۔

چنانچہ خود علامہ شبلی نعمانی نے اپنے لئے جن معاون مدیران کی تجویز پیش کی ان میں سید سلیمان ندوی، عبد الماجد دریابادی، مسٹر حفیظ اور عبد السلام ندوی جیسے اہل علم شامل ہیں۔ ان کی صلاحیتوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو عربی، فارسی اور انگریزی زبان کے علاوہ جدید و قدیم علوم و فلسفہ پر گہری نظر رکھنے والے شمار کئے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی کے خیال میں:

"چنانچہ سید سلیمان ندوی عبد السلام ندوی، ابو الکلام آزاد، مولانا ضیاء الحسن ندوی، خواجہ الوحید اور عبد اللہ عمادی وغیرہ نے اسی رسالے، الندوۃ، سے ناموری حاصل کی اور نامور مصنف ہوئے۔ تصنیف و تالیف کے لئے علامہ شبلی نے یہیں مولانا سید سلیمان ندوی کی تربیت کی اور اس کے تمام گر سکھائے، انہیں، الندوۃ، کا سب ایڈیٹر مقرر کیا۔ شذرات لکھنے کا آغاز انہوں نے یہیں سے کیا۔ سید صاحب کی ماہنامہ ادارت اور اس کی خدمات کا اگر بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت پوشیدہ نہ رہ سکے گی کہ یہ سب شبلی کی اسی تربیت کا نتیجہ ہے"۔[۱]

اسی طرح مولانا ابو الکلام آزاد بھی الندوۃ ہی میں شبلی کے زیر تربیت رہے۔ یہیں سے وہ علمی دنیا میں متعارف ہوئے۔ ارباب نظر جانتے ہیں کہ الہلال میں جو کچھ جلوہ گر ہو، اصلاً اس کا تخم ماہ نامہ الندوۃ ہی میں پڑا تھا۔ مولانا آزاد کے علاوہ مولانا عبد السلام ندوی بھی الہلال سے اس کے دور عروج میں وابستہ رہے، جن کی تربیت شبلی نعمانی نے الندوۃ میں کی تھی۔[۲]

علاوہ ازیں علامہ شبلی نعمانی معاون مدیر کو ہدایات دیتے تھے۔ اور رسالہ کے ہر پہلو پر ان کی نظر تھی۔

---

(۱) حیات شبلی، حوالہ مذکور، ص:۳۳۸-۳۳۹

(۲) آثار شبلی، ص:۳۹۵

سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں :

"ابن رشد کا بقیہ بھیج دیا ہے اور مضامین کی ترتیب پیشانی پر بتادی ہے، کمی پڑے تو کوئی اور مضمون لکھ لینا"۔(۱)

۴۔ ادارتی باریکیوں پر نظر

ایک اچھا مدیر محض علمی لوازمہ کا اہتمام ہی نہیں کرتا بلکہ مضامین کے انتخاب وترتیب سے لے کر ادارت وطباعت تک کے تمام مراحل پر کڑی نگاہ رکھتا ہے کیونکہ کسی بھی لحاظ سے غفلت لاپرواہی محلہ کے معیار کو گرا سکتی ہے۔ علامہ شبلی کے خطوط میں جابجا ایسی ہدایات نظر آتی ہیں۔

مولوی عبد السلام ندوی کو لکھا:

"رسالہ ادیب کی نسبت تم نے جو ریمارک لکھا ہے وہ ایڈیٹوریل میں لکھا جس سے قیاس ہوتا ہے کہ میرا لکھا ہوا ہے، مجھ کو اس سے نہایت افسوس ہوا' وہ میرا طرز عبارت نہیں ہے اور جو مصرع تم نے نقل کیا ہے، اس کو تم اپنے حق میں ازالہ ءحیثیت عرفی سمجھتا ہوں، آئندہ احتیاط رکھو کہ ایسے مبتذل اور عامیانہ فقرے درج نہ ہونے پائیں"۔(۲)

سید سلمان ندوی کو لکھتے ہیں:

"الندوۃ کے پرچے دیکھے، بد خطی اور ناموزوں ایک طرف' الفاظ کا مسخ ہونا کیونکر گورا کرتے ہو ؟ لکھنوء میں بھی غلطیاں ہوتی تھیں لیکن یہ تو محض نسخ اور تحریف ہے یا تو کاپیاں خود مقابلہ کر کے عبد الصمد سے صحیح کرالو، ورنہ پرچے کے غارت کرنے سے کیا فائدہ ایک سطر بھی تو صحیح نہیں ہوتی ،افسوس میں پہلے کہتا تھا کہ وہاں کے کاتب سخت جاہل ہیں"۔(۳)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"تم سب ایڈیٹر، معاون مدیر، تھے دفعتاً لکھنوء سے چل دیئے۔ کسی کو خبر تک نہ کی، اس کی کچھ فکر نہیں کہ پرچہ آئندہ کے لئے مضامین تیار ہیں یا نہیں کاپیوں کی تصحیح کون کرے گا، میں نے ایک

(۱) حیات شبلی، ص:۳۲۸،۳۳۹

(۲) ندوی، سید سلیمان، مکاتیب شبلی، حصہ دوم، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ص:۶۲

(۳) مولانا عبد السلام ندوی نے رسالہ ادیب (الہ آباد) پر مبالغہ آمیز تبصرہ کیا تھا، اس کے جواب میں مولانا نے تنبیہ کی۔ دیکھئے: مکاتیب شبلی، حصہ دوم، حوالہ مذکور، ص:۱۴۹

خط لکھا اس کا جواب ندارد"[۱]

مزید ایک مکتوب میں آپ مخاطب ہیں:

"تمہاری ضرورت اس لئے ہے کہ مبیضہ پر نظر ثانی کرو، کوئی غلط بات درج ہو گئی ہو یا فروگزاشت ہو گئی ہو، ان کو نوٹ کرتے جاؤ، بعض امور میں مشورہ کی بھی حاجت ہے، چند مہینہ کے بعد تم بالکل آزاد ہو جو تمہاری اسکیم ہو اس کے موافق کام کرو میں ہر کام میں مدد دینے کے لیے تیار ہوں۔ اگر رسالہ نکالتے ہو تو ٹائپ میں کیوں نکالو ہونہ نکالو، الہلال پریس اچھا ہے"۔[۲]

مولانا حبیب الرحمن شیر وانی کو لکھتے ہیں:

"ہاں یہ بتایئے کہ تقطیع کیا ہو، کیا اردوئے معلی کے برابر؟ لیکن خط اس سے جلی ہونا چاہیے۔ ایڈیٹر کا ترجمہ عربی میں کیا ہو گا۔ دبیر، مدیر، سے اچھا کوئی لفظ نہیں ملتا۔ لوح پر ایڈیٹروں کا نام لکھا ہو گا، میں اس کو بھی اڑا دیتا لیکن اول تو سرکاری حکام سے اس کی ضرورت ہے دوسرے یہ کہ نئے لوگوں میں ندوۃ کی ہوا اس قدر اکھڑ چلی ہے کہ محض ندوۃ کے نام سے اس حلقہ میں کچھ دقت نہ ہو گی۔ یہاں کے رسالہ کے صفحات کس قدر ہوں 'میں دو جزء کافی سمجھتا ہوں"۔[۳]

معاصر مجلات ورسائل پر اگر نظر ڈالی جائے تو اس طرح کی بے احتیاطیاں عام نظر آئیں گی مثلاً املاوزبان کی اغلاط کی بھرمار ہو گی۔ درمیان میں خالی صفحات رہ جانا ایک صفحہ کا دوبار چھپ جانا، حوالہ جات اور حواشی ایک ہی رسالہ میں مختلف انداز سے ہونا، مضمون کے آغاز میں مناسب، تمہید کا نہ ہونا، آخر میں خلاصۂ بحث کے بغیر مضمون اچانک ختم ہو جانا، نئے مضمون کا آغاز نئے صفحہ سے نہ ہونا وغیرہ۔ یہ سبھی امور مدیر کی توجہ کے محتاج ہیں۔

۵۔ معیاری مضامین کا انتخاب

کسی بھی رسالہ میں اشاعت کی غرض سے متعدد مضامین آتے ہیں۔ ایک اچھے مدیر کا کام یہ ہے کہ رسالہ کے لئے عمدہ مضامین کا انتخاب کرے۔ اس غرض کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے مدیر خود مضمون کو دیکھے اگر ممکن ہو تو اس فن کے ماہر (Export) سے اس پر رائے بھی لے لی جائے۔ مضامین کی بہتری کے لیے اگر ممکن ہو تو یہ

---

(۱) أیضا، حصہ دوم، حوالہ مذکور، ص: ۶۴

(۲) محمد الیاس، مکتوبات شبلی، الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۱۲ء، ص: ۱۲۰

(۳) محمد الیاس، مکتوبات شبلی، الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۱۲ء، ص: ۶۵

اجازت مصنف ترمیم و تدوین کا حق بھی استعمال کرے تا کہ مجلہ میں معیاری تحریرات ہی جگہ پا سکیں۔ شبلی نعمانی کے خطوط میں متعدد اشارے اس حوالہ سے بھی ملتے ہیں۔

علامہ شبلی حبیب الرحمن شیروانی کے نام لکھتے ہیں:

"مضمون نگاروں کا یا کسی اور کا مضمون اس وقت نہ چھپنے پائے جب تک میں یا آپ اس کو دیکھ نہ لیں"۔ (۱)

ایک خط میں حمید الدین فراہی کو لکھتے ہیں:

"الندوہ کے لئے لکھ دوں گا۔ تمہارا حسن ظن صحیح نہیں ہے، جس دن سے الندوۃ نکلا میں بیمار ہوا اور اب تک اطمینان نہیں، اس کے مضامین دل خواہ نہیں لکھے گئے"۔ (۲)

ایک اور خط میں لکھتے ہیں:

"نواب علی کا مضمون مجبوراً بھیجا گیا ہے اگر اور مضمون مل سکے تو شائع نہ کرو"۔ (۳)

ایک اور خط میں سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں:

"عزیزی! چند روز تک میرے مضمون سے اب پرچہ بالکل خالی رہے گا دیکھو ایسا نہ کہ اپنی حیثیت سے گر جائے، ایک غزل بھیجتا ہوں اس کو اخیر میں چھاپ دینا"۔ (۴)

یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ آیا خود مدیر کی نگارشات اس مجلہ کی زینت بنی چاہییں جس کا وہ خود مدیر ہے؟ شبلی نعمانی کے افکار سے تو اس پر یہی روشنی پڑتی ہے کہ خود اسے بھی اپنی تحریرات و مضامین مجلہ میں شائع کرنا چاہیے اکثر و بیشتر ہندوستان کے مجلات کی تاریخ یہی بتاتی ہے۔ تاہم دور جدید کا ایک رجحان یہ بھی سامنے آیا ہے کہ مدیر کی نگارشات کسی بھی طور سے اس مجلہ میں شامل نہیں ہونا چاہیں کہ جس کا وہ خود مدیر ہے اس وجہ سے کہ شاید تحریر کا وہ معیار نہ رہے مگر راقم کے خیال میں مدیر کی نگارشات بھی مجلہ کی زینت بنی چاہیں مگر اس کا طریقہ کار بھی وہی مد نظر رکھے جو دیگر مضامین کا اختیار کیا گیا ہے اور قارئین کرام اس کے معیار کا بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔

---

(۱) مکاتیب شبلی، حصہ دوم، حوالہ مذکور، ص: ۱۰۲

(۲) مکتوبات شبلی، ص:۱۱۹

(۳) مکتوبات شبلی، ص:۱۹۹

(۴) ندوی، سید سلیمان، مکاتیب شبلی، حصہ دوم، ص:۶۲

۶۔ رسالہ کے لئے پیشگی لوازمہ کا اہتمام

ایک اچھے رسالہ کی باقاعدہ اشاعت کے لئے مضامین ومقالات اور دیگر لوازمہ کا اہتمام بروقت ہی نہیں قبل ازوقت کرلیا جائے وگرنہ عین موقع پر ممکن ہے کہ معیاری مواد ہاتھ نہ آئے اور پرچہ لیٹ ہو جائے یا غیر معیاری مضامین شائع ہو جائیں۔ اس غرض کے لیے اہل علم سے پیشگی رابطہ اور مقالات حاصل کرنا از خد ضروری ہے، علامہ شبلی نعمانی نے اپنے مکتوبات میں اس پہلو پر بھی توجہ مبذول کروائی ہے۔

ایک خط میں حبیب الرحمن شروانی کو لکھتے ہیں:

"مکرمی! یورپ میں قاعدہ ہے کہ جب کوئی علمی رسالہ نکالنا چاہتے ہیں تو قریباً سال بھر کے مضامین تیار کرلیتے ہیں' تب نکالتے ہیں۔ الندوہ کے لئے بھی یہ ہونا چاہیے اور چونکہ بڑی دقت چھپنے کی ہے اس لئے میری تو یہ رائے ہے کہ دو تین مہینے کا ذخیرہ اس طرح چھپوا لیا جائے کہ صرف ٹائٹل پیج اور علمی خبروں کا اضافہ کر دینے کے بعد رسالہ بن جائے"۔ (۱)

ایک خط میں سید سلیمان کو ندوی لکھتے ہیں:

"میرا مضمون تم کہاں رکھ گئے؟ صفر کے لئے تم نے کچھ لکھا تھا یا نہیں، اگر لکھا تھا تو کہاں رکھ گئے ہو، اس بے پروائی سے تم جایا کرتے ہو کہ میں سخت پریشان ہوں، محرم ہو چکا، صفر کا کچھ سامان نہیں"۔(۲)

مزید لکھتے ہیں:

"کم از کم دو مہینے پہلے ہر پرچے کے مضامین تیار رہنے چاہئیں، تاکہ پرچہ وقت پر تیار رہے۔ تمام میگزین یہی کرتے ہیں، اس کے ساتھ تمام اہل قلم سے خط وکتابت رکھنی چاہیے"(۳)۔

اس پہلو سے اگر معاصر مجلات پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ پرچہ محض سال چھ ماہ کے لئے تاخیر کا شکار نہیں رہتا، بلکہ دو دو سال کے لئے بھی دیر سے شائع ہوتا ہے۔ اگرچہ ہائر ایجوکیشن پاکستان (HEC) نے اپنے احاطہ کار میں شامل مجلات کے لئے اس امر کا خصوصی اہتمام کیا ہے۔

---

(۱) ایضا، ص:۶۲

(۲) مکاتیب شبلی، حوالہ مذکور، ص:۱۱۹

(۳) ایضا، ص:۱

۷۔ معاصر مجلات پر نظر

ایک باخبر مدیر معاصر مجلات پر بھی گہری نظر رکھتا ہے قومی و بین الاقوامی سطح پر کس فن (Discipline) میں کون سے مجلات شائع ہو رہے ہیں۔ معیاری مجلات اور ادارت کے لحاظ سے ان میں کیا خوبیاں ہیں، علاوہ ازیں معاصر مجلات سے ترجمہ واختصار کی صورت میں استفادہ بھی ممکن ہے۔ ایک اچھا مدیر' ان تمام پہلوؤں پر گہری نظر رکھتا ہے اور اپنے مجلہ کے معیار کر مزید بہتر بنا سکتا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی خود بھی معاصر مجلات کا مطالعہ کرتے رہتے تھے اور اپنے معاون مدیر ان کو بھی اس طرف توجہ دلاتے رہتے تھے۔

سید سلیمان ندوی کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

> "رسالہ المنار مصر کا مشہور رسالہ جو علامہ رشید رضا مصری کی ادارت میں شائع ہوتا تھا، میں اب کے مسلمانان روس کی تعلیمی و تجارتی حالت مفصل چھپی ہے۔ اس کو الندوہ میں لو پرچہ اگر وہاں نہ ہو تو، عبد اللہ عمادی کے ہاں سے منگوا لینا،[۱] مزید لکھتے ہیں، مصر میں جامعہ مصریہ کا خاص پرچہ نکلا ہے، یہی نام ہے، اس کے لئے ایڈیٹر سے خط و کتابت کرو، اپنا پرچہ بھیجو اور مبادلہ (Exchange) کی درخواست کرو"۔[۲]

ماہنامہ معارف کا جب خاکہ تیار کیا تو اس میں یہ تحریر کیا مصر سے المتقطف، الہلال، المنار اور بیروت سے المقتبس، منگوائے جائیں۔ بہ قیمت یورپ کے علمی پرچے منگوائے جائیں[۳] چنانچہ شبلی نعمانی مصر، شام، بیروت اور یورپ سے متعدد وسائل منگواتے اور ان سے استفادہ کرتے اور ملکی و مقامی رسائل جن میں ادیب، اردوئے معلی، الہلال، مخزن وغیرہ بھی منگواتے۔

۸۔ کتب جدیدہ پر تبصرے اور خبروں کا اہتمام

ایک اچھا مدیر محض مقالات کی اشاعت پر ہی اکتفاء نہیں کرتا بلکہ اپنے رسالہ میں تازہ مطبوعات اور رسائل و جرائد پر تبصرے بھی شائع کرتا ہے۔ علاوہ ازیں علمی دنیا اور اپنے اداروں کی پیش رفت سے بھی آگاہ کرتا ہے، تاکہ

---

(۱) أیضا، ص:۶۹، ۷۰

(۲) أیضا، حصہ دوم، ص:۶۳۶

(۳) ایضا، ص:۷۳

ایک قاری قلم و کتاب کی دنیا سے پوری طرح باخبر رہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے الندوۃ کا خاکہ بنایا تو اس میں تحقیقات جدیدہ اور رپورٹ ماہوار الندوہ کا اہتمام کیا اسی طرح معارف کے منصوبہ میں بھی اسے نہایت اہتمام سے شامل کیا۔

سید سلمان ندوی کو لکھتے ہیں:

"عزیزی تم نے غلطی کی اور ہمیشہ ہی غلطی ہوتی ہے کہ الندوۃ میں علمی خبریں نہیں دیتے ہو جس کی وجہ سے اب کے ۲۲۰ روپے کا نقصان اٹھانا پڑا"[۱]

کتب پر نقد و تبصرے سے قارئین نہ صرف نئی کتب سے باخبر رہتے ہیں بلکہ اس کے مضامین سے بھی آگاہ ہوتے ہیں۔

۹۔ رسالہ کی نشر و اشاعت کا اہتمام

مدیر کا محض کام یہ نہیں ہے کہ ایک اچھا رسالہ ترتیب دے بلکہ اسے اہل علم اور کتب خانوں تک پہنچانا اور اس غرض کے لیے تگ و دو کرنا بھی اس کے فرائض میں شامل ہے۔ بالعموم سرکاری ادارے اور ان سے شائع ہونے والے سرکاری مجلات و رسائل ان امور پر خاطر خواہ توجہ نہیں دیتے اور دفتری و کاغذی کاروائی پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔ نہ جانے کتنی مفید کتب اور قیمتی رسائل و جرائد ان اداروں سے شائع ہوتے ہیں اور سٹورز میں دبے رہ جاتے ہیں اور اہل علم اور کتب خانوں تک ان کی رسائی نہیں ہوتی۔ ان کی اشاعت کا دائرہ بھی محدود ہے گا۔

شبلی نعمانی نے سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں:

"(مطبع) آگرہ کو میں ہرگز گوار نہیں کر سکتا۔ ندوہ کا رسالہ کم از کم اردوئے معلی اور مخزن سے زیادہ خوش خط اور نفیس الطبع ہو۔ اس کے لئے ندوہ خود ایک پریس کیوں نہ کھولے ندوہ کے پاس چھاپنے کے لئے خود اتنا کام رہتا ہے کہ ایک پریس بخوبی چلا سکتا ہے"۔[۲]

شبلی نعمانی نے حبیب الرحمن شروانی کو ایک اور خط میں لکھا :

"ندوہ کا رسالہ ندوہ کی علمی عزت کو تھام لے گا..... قیمت صرف (۲روپے) اور غایت کثرت سے تمام ہندوستان میں پھیلایا جائے گا یہاں تک کہ کم از دس ہزار پرچے شائع ہونے لگیں۔ وکلائے ندوۃ کو اس کی اشاعت میں بہت کامیابی کی امید ہے یقین کیجئے کہ اگر عمدگی سے اسی پرچہ کو چلایا

---

(۱) آثار شبلی، حوالہ مذکور، ص:۵۷۰

(۲) مکتوبات شبلی، حوالہ مذکور، ص:۱۱۶

جائے تو ندوہ کی مستقل آمدنی ہو جائے گی اور خود وہ ایک بڑی قوت ثابت ہو گا۔ فوراً ناظم سے دریافت کر کے جواب لکھئے"۔[١]

مدیر کو چاہیے کہ رسالہ کا پتہ، اپنا اور دفتر کا فون نمبر اور ای میل وغیرہ واضح طور پر لکھے اگر انٹرنیٹ پر بھی مجلہ دستیاب ہو جائے تو اس کی رسائی زیادہ سے زیادہ افراد تک ہو سکتی ہے۔ اس غرض کے لیے اپنا یو آر یل بھی واضح کرے۔ نیز قومی و بین الاقوامی سطح کے اشاراتی اداروں(Indexing Agencies) کے ذریعے مجلہ کے عنوانات اور ملخص کی رسائی زیادہ سے زیادہ افراد تک کی جائے۔

خلاصہ بحث:

وطن عزیز پاکستان میں بیسیوں علمی و تحقیقی اور دینی رسائل وجرائد ماہنامہ، سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ بنیادوں پر شائع ہوتے ہیں۔ ٢٠٠٦ھ سے ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان (HEC) نے جامعاتی رسائل وجرائد کے لئے ایک پالیسی وضع کی ہے تاکہ رسائل وجرائد کا معیار بلند ہو۔ اگرچہ معیاری رسائل وجرائد کی اشاعت ایچ ای سی کے قیام سے پہلے بھی ہو رہی تھی مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے ایچ ای سی کے ضابطہ کے بعد ان کے معیار میں مزید کس قدر بہتری پیدا ہوئی ہے۔ ایچ ای سی یا اس نوعیت کا کوئی بھی ادارہ جب کوئی بھی ضابطہ کار وضع کرے گا اس پر عمل درآمد کروانا مدیر اعلیٰ، مدیر اور مجلس ادارت ومشاورت ہی کی ذمہ داری ہے۔ بظاہر ایچ ای سی کے منظور شدہ (Recognized) رسائل کی ایک طویل فہرست موجود ہے اور ہر رسالہ میں مجلس ادارت اور مشاورت میں ملکی وغیر ملکی اہل علم کے نام بھی موجود ہوتے ہیں مگر ان سے استفادہ اور مشاورت کس حد تک ہوتی ہے؟ آمدہ تحریرات پر ماہرین سے آراء اور اس کے نتیجے میں ترمیم و تنسیخ کس حد تک ہوتی ہے؟ اگر حقیقی معنوں میں ایچ ای سی کے ضابطوں پر عمل ہوتا ہے اور مدیر و مجلس مشاورت اپنے فرائض ذمہ دارانہ طور پر سرانجام دیتے ہیں تو اس امر کا جائزہ لینا بھی ناگزیر ہو گا کہ وطن عزیز کے کتنے رسائل بین الاقوامی معیار پر پورا اترتے ہیں۔

یہ ایک لمحہ فکریہ ہے اگر ایسا نہیں ہے تو مجلہ معارف جس کا منصوبہ علامہ شبلی نعمانی نے بنایا اور ان کے شاگرد رشید سید سیلمان ندوی نے اس میں رنگ بھرا کے بارے میں ابوالکلام کا یہ تبصرہ کس قدر صادق آتا ہے۔ معارف کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں صرف یہی ایک پرچہ ہے اور ہر طرف سناٹا ہے۔

❁ ❁ ❁

(١) مکاتیب شبلی، حصہ دوم، ص:٢٧